سیرۃ النبی ﷺ کی عالم گیریت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر☆

Abstract:

"The only role model for the ultimate welfare of human society leading to the betterment for the life hereafter is the Prophethood of the last Prophet Mohammad (Peae be upon him). It has been decided by Allah almighty that Seerah of the Holy Prophet (Peace be upon him) is universal bearing total guidance and leadership forever. The actual concept of globlization in its true perspective can be analyzed and understood in its right scenario in the light of Qur'an and Seerah of the last Prophet (Peace be upon him)."

خالقِ کائنات کی طرف سے سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز ابوالبشر حضرت آدمؑ سے ہوا اور حضرت محمد ﷺ پر اختتام کو پہنچ گیا۔ دین مکمل ہو گیا جس کی رو سے قیامت تک آنے والے انسانوں کی کامیابی کا راز نبی آخر الزماں ﷺ کی اطاعت میں مضمر قرار پایا۔ دین کے مکمل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ردو بدل کی اب کوئی گنجائش نہیں اور جس ذات پر اللہ کا دین مکمل ہوا ہے تکمیلِ انسانیت بھی اسی ذات پر ہوئی ہے جس میں ہر دور کے لیے ہمہ جہت کما حقہ راہنمائی موجود ہے۔ اس ذاتِ اقدس کی سیرت بہترین نمونۂ عمل ہے۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"(۱)

(تحقیق رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے)

مؤرخین نے قبل از اسلام دنیا کی جو تصویر کشی کی ہے وہ بہت بھیانک اور پر آشوب ہے جب انسانی قدریں دم توڑ چکی تھیں اور معاشرہ جنگل کی صورت اختیار کر گیا تھا جہاں انسان کے ہاتھوں انسان کی تذلیل، بدامنی اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ قرآن پاک اس صورتِ حال کی نشان دہی یوں کرتا ہے:

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاس ''(۲)
(خشکی اورتری میں فساد برپا ہوگیالوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے)

اس وقت وحدت نسل انسانی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا، ایک ہی مذہب کے پیروکار آپس میں اقتدار یا پھر معمولی بات پر جھگڑا شروع کر دیتے تھے۔ دوسری طرف عیسائیوں اور یہودیوں کی آپس کی خون ریز جنگیں بہت مشہور تھیں مثلاً ''بخت نصر کا یہودیوں پر حملہ اور ہزاروں یہودیوں کو مار ڈالنا، یہ سب قبل از اسلام کے مذاہب کی حالت تھی ہر طرف افراتفری اور انتشار تھا کوئی بھی مذہب کوئی ایسا جامع قانون نہ لا سکا جو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے قابل مثال اور قابل عمل ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اقوامِ عالم کی حقیقی فلاح کا عظیم مقصد انسان کے بنائے ہوئے نظام کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے خالقِ حقیقی کے وضع کردہ نظام کی ضرورت ہے کیونکہ اس اصول کو کسی بھی صورت میں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ مخلوق کے تقاضوں کو صرف اللہ جانتا ہے جو خالقِ برحق ہے۔ اس اصول کی رُو سے خاطر خواہ بہتری کے لیے فی زمانہ انسان کو الہامی نظامِ ہدایت اور فکر و فلسفہ کی ضرورت رہی ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام نے متعارف کرایا۔

اُسی الہامی نظامِ فکر و عمل کا نام ''اسلام'' ہے، جسے خالقِ کائنات اللہ وحدہ لاشریک نے آنحضور ﷺ کے ذریعے رہتی دنیا تک کے انسانی معاشرے کے لیے عالمگیر پیغام دیا۔

''إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّهِ الإِسْلاَمُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ إِلاَّ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْعِلْمُ بَغْياً بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّهِ فَإِنَّ اللّهِ سَرِيعُ الْحِسَابِ ''(۳)

(اللہ کے نزدیک دِین صرف اسلام ہے اور اہلِ کتاب نے اختلاف نہیں کیا مگر باہمی بُغض کی بنا پر، علم حقیقت پہنچ جانے کے بعد، اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔)

شواہد کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے آنحضور ﷺ کے ذریعے حقیقی عالمی نظام (Real world order) پیش کیا ہے اور پھر سب پر اس کی پابندی لازم ٹھہرائی ہے جو صرف چند عقائد و نظریات یا اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں سیاسی، معاشی، تہذیبی، تعلیمی اور اخلاقی وغیرہ تمام نظام اپنی بہترین عملی شکل میں موجود ہیں۔ اس میں فرد سے لے کر پورے معاشرے تک اور کسی ایک قوم سے لے کر اقوامِ عالم تک کی قیادت کی بھرپور صلاحیت ہے۔

قرآنِ مجید نے اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے:
''كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔۔۔''(۴)
(دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا)

اس عالمی نظام میں چونکہ تمام اقوام کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا ہے لہٰذا یہ بات بلا جواز ہو گی کہ انسان اپنے مسائل کے حل کے لیے اس سے ہٹ کر کوئی اور راستہ تلاش کرے۔

''وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِيناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ''(۵)

(اس فرمانبرداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا)

''قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ''(۶)

(ان سے کہو سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔)

''قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى''(۷)

(کہو حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے۔)

حضرت محمد ﷺ نے حسنِ استدلال کی بنیاد پر اقوامِ عالم کو ایک عالمی نظام دیتے ہوئے انہیں وحدت کی لڑی میں منسلک کیا اور اس بات کے حق میں بہت زیادہ زور دیا کہ دنیا بھر کی اقوام کے اندر ایک فطری وحدت موجود ہے جسے اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز اسی فطری وحدتِ اقوام کے تصور کے تحت صرف اور صرف فطری عالمی نظام (سیرت النبی ﷺ کا پیغام) ہی اقوامِ عالم کو حقیقی فلاح سے ہمکنار کر سکتا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے انسانی معاشرے کو کسی نئے عالمی نظام (New world order) کی ضرورت نہیں۔ قرآن اور سیرت پیغمبر اسلام ﷺ کے مطالعہ سے نسلِ انسانی کی وحدت کے حوالے سے پتہ چلتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

''انتم بنو آدم و آدم مِن تراب''(۸)

(تم آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے)

اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کا مادہ تخلیق مٹی ہے جو بلا لحاظ عقیدہ و مذہب اور رنگ و نسل، نسلِ انسانی کی اصل ہے۔ خالقِ کائنات نے انسان کو مٹی سے تخلیق کر کے اس کی نسل کو روئے زمین پر پھیلا دیا۔

''اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً''(۹)

(جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے)

''یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا''(۱۰)

(لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو)

اسی طرح خالقِ کائنات جس نے انسان کو بھی پیدا کیا ایک ہی ہے۔ پورے عملِ تخلیق میں اُس کا کوئی شریک کار نہیں۔

ارشادِ الٰہی ہے:

''یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِo الَّذِیْ خَلَقَکَ''(۱۱)

(اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا)

دوسرے مقام پر اس طرح ہے:

''یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ''(۱۲)

(لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے لوگوں کا پیدا کرنے والا ہے)

پوری نسلِ انسانی کے مقصدِ تخلیق کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن''(۱۳)

(میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں)

گویا انسان کا مقصدِ وجود صرف ایک ہے یعنی اپنے خالق کے حکم اور قانون کی تعمیل، اور اصولی طور پر مخلوق کو خالق کے حکم کے تابع رہنا چاہیے۔ اسی طرح اس بات میں بھی کچھ شک نہیں کہ بالآخر سب لوگوں کا رجوع خالقِ کائنات ہی کی طرف ہے۔ دنیا میں وہ کسی بھی مذہب سے متعلق رہتے ہوں آخر کار محاسبۂ اعمال کے لیے وہ اللہ ہی کے حضور پیش ہوں گے اور ان کے لیے کوئی راہِ فرار نہیں ہوگی۔

۱۔ ''کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ''(۱۴)

(تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے)

۲۔ ''قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ''(۱۵)

(اے نبی ﷺ، ان سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا)

۳۔ ''یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلَی أَنفُسِکُم مَّتَاعَ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا ثُمَّ إِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُم بِمَا کُنتُمْ تَعْمَلُونَ''(۱۶)

(لوگو تمہاری یہ بغاوت تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے، دنیا کی زندگی کے چند روزہ

مزے ہیں (لوٹ لو)، پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے،اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو)

۴۔ ''قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ''(۱۷)

(اے نبی ﷺ، ان لوگوں سے کہو، یقیناً اگلے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کیے جا نے والے ہیں جس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے)

مذکورہ دلائل ثابت کرتے ہیں کہ پوری نسل انسانی بنیادی طور پر ہر لحاظ سے ایک ہی ہے۔ البتہ اس کی وحدت کے برقرار رہنے کا انحصار خالقِ کائنات کے دیے ہوئے عالمی نظام پر ہے۔ یہ نظام اس وقت بھی مؤثر اور افادیت کا حامل تھا جب انسانوں کی آبادی بہت کم تھی اور ذرائع ابلاغ بھی انتہائی سادہ تھے اور آج بھی اتنا ہی مؤثر ہے جبکہ انسانی معاشرہ حیرت انگیز حد تک پھیل چکا ہے اور ذرائع ابلاغ انتہائی جدید اور ترقی یافتہ ہو گئے ہیں۔ وحدتِ اقوام میں خلل اُس وقت واقع ہوتا ہے جب اس پر خارجی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں اور طے شدہ فطری عالمی نظام کے اصولوں سے انحراف کیا جاتا ہے۔ ارشاد ملاحظہ ہو:

''كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلاَّ الَّذِيْنَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْياً بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ''(۱۸)

(ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے۔ (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے، اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے، ان کا فیصلہ کرے اور (ان اختلافات کے رونما ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ابتدا میں لوگوں کو حق بتایا نہیں گیا تھا نہیں) اختلاف ان لوگوں نے کیا، جنھیں حق کا علم دیا جا چکا تھا، انہوں نے روشن ہدایت پالینے کے بعد محض اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ پس جو لوگ انبیاء کرام پر ایمان لے آئے، انہیں اللہ نے اپنے اذن سے اس حق کا راستہ دکھا دیا، جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے)

''اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ''(۱۹)

(بے شک یہ تمہاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمہارا ربّ ہوں تو میری ہی عبادت کرو)

اس آیتِ مبارکہ کے پس منظر میں سعید ملک تحریر کرتے ہیں:

''تمام رسول ایک ہی دین سے منسلک ہونے اور اس کے داعی ہونے کی بناء پر ایک گروہ، جماعت یا اُمت کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ ان کے شرف اور مرتبہ علیا کے باوجود وہ لائق پرستش نہیں۔۔۔ یہ وضاحت اس لیے بھی ضروری تھی کہ تقریباً تمام مذاہب کے پیروکاروں نے انبیاء کو خدائی کا درجہ دے دیا تھا۔''(۲۰)

یہ بات واضح ہے کہ گروہِ انبیائے کرامؑ کو مبعوث کیے جانے کا مقصد نسلِ انسانی کی اصلاح اور انسانی معاشرے کی فلاح رہا ہے۔ دینِ اسلام اس حوالے سے بھی انسان کو خبردار کرتا ہے کہ جس طرح ان برگزیدہ ہستیوں نے صرف اللہ کے حکم کی تعمیل میں زندگیاں بسر کیں۔ اسی طرح ہر دَور کے انسانوں پر اللہ ہی کا حکم اور قانون لازم ہے۔

آپ ﷺ نے ۲۳ سالہ محنت شاقہ سے کام لیتے ہوئے ایک ایسے دین کی بنیاد رکھی اور ایک ایسا عالمگیر خطبہ دیا جو کہ رہتی دنیا تک قابل مثال اور قابل اتباع ہے۔ اس خطبہ میں آنحضور ﷺ کا ایک ایک جملہ تمام بنی نوع نسان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع رکھنے کا اہم پیغام ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کو تاریخ انسانی میں نیو ورلڈ کی حیثیت حاصل ہے اور یہ خطبہ آج بھی اس دکھی بنی نوع انسانی کو مسائل سے نکال سکتا ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے جب بھی تبلیغ کا آغاز کیا تو صرف اپنی قوم کو مخاطب کیا جبکہ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا بلکہ آپ ﷺ نے یا ایھا الناس کہہ کر مخاطب کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی دی ہوئی دعوت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ سابقہ انبیاء نے کبھی بھی کافۃً للنّاس کا استعمال نہیں کیا۔

خطبہ حجۃ الوداع، عالمی (گلوبل) منشور

نبی کریم ﷺ نے نئے نظام عالم کا آغاز کیا اور پرانا فرسودہ نظام ختم کیا۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''ان الزمان قد استدار کھیئة یوم خلق اللّٰہ السماوات ولارض''(۲۱)

('اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان (یعنی نظام عالم) کو جس حالت پر پیدا کیا تھا، زمانہ اپنے حالات وواقعات کا دائرۂ مکمل کرنے کے بعد اس مقام پر آ گیا ہے)

جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کا خاتمہ

آپ ﷺ نے پچھلے نظام اور اس کے جاہلانہ امور کو منسوخ کرنے کا اعلان بھی فرمایا:

''الا!کل شیء من امر الجاھلیة تحت قدمی موضوع ،ودماء الجاھلیة تحت قدمی موضوع،ودماء الجاھلیة موضوعة۔۔۔وربا ء الجاھلیة موضوع''(۲۲)

(خبردار دورِ جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استیصالی نظام) میں نے اپنے پاؤں تلے روند

ڈالا ہے آج سے زمانہ جاہلیت کے سارے خون (قصاص، دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے جاہلیت کے سارے سودی لین دین ختم کیے جاتے ہیں۔)

اس امر میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ خطبہ حجۃ الوداع پورے عالم انسانیت کے لیے "New World Order" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام کے بعد کوئی نئی بات ایسی نہیں ہو سکتی جس میں انسانی معاشرے کی فلاح کی ضمانت ہو۔

عالمی امن کے قیام کا اعلان

اس خطبے کا اہم حصہ یہ تھا کہ پوری دنیا میں امن قائم ہو جائے اور عالمی سطح پر اقوام، ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ و جدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا نہ ہوں۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جو پہلے سے جاری تھے اور انسانی خون کی قیمت بہت کم تھی، معمولی معمولی باتوں پر تلواریں نکل آتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی نسلیں انتقام کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔ آپ ﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر امن کے قیام کا اعلان کیا اور فرمایا:

''فان دماء کم اموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا في شهرکم هذا''[۲۳]

(بے شک تمہاری جانیں اور تمھارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام کر دی گئیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینے کی حرمت تمھارے شہر میں برقرار ہے۔)

اس حکم کی تائید میں مزید الفاظ یہ تھے:

''ألا فلا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعض''[۲۴]

(خبردار! تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو)

عالمی انسانی مساوات کا قیام

نبی کریم ﷺ نے انسانی نسلوں، طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت اور برتری کے سب دعوؤں کو منسوخ کر دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر دائمی عادلانہ اصول مقرر فرما دیا۔

ارشاد فرمایا:

''انتم بنو آدم و آدم من تراب''[۲۵]

(تمام بنی نوع انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے۔)

مزید فرمایا:

''الا! کل ماثرة أو دم أو مال یدعی به فهو تحت قدمی هاتین''[۲۶]

(اب فضیلت و برتری کے سارے (جھوٹے) دعوے، جان و مال کے سارے مطالبے
اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔)

اور اس نظریہ کو مزید تقویت دینے کے لیے یہ ارشاد فرمایا:

"أیھا الناس، ان ربکم واحد وابا کم واحد"(۲۷)

(اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے)

عالمی سطح پر مساوات قائم کرنے کے لیے یہ لازم تھا کہ گورے اور کالے کے درمیان کوئی فرق نہ رہے۔ اس لیے ارشاد نبوی ہے:

"ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی ابیض ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقویٰ"(۲۸)

(اس وحدت نسل انسانی کے باعث تم سب برابر ہو) مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے ساری برتریاں کردار و عمل پر مبنی ہیں)

یہ انسانی مساوات کے وہ اصول تھے جس پر نبی آخر الزمان ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ معاشرے کی بنیاد رکھی اور یہ اصول آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنے۔ آپ کے اس خطبہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے انسانیت کو علاقائی، نسلی اور لسانی تقسیم کے چنگل سے آزاد کر دیا۔

نسلی و علاقائی تقسیم کی نفی

آپ ﷺ کے اس عظیم الشان خطبہ میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اسلام صرف عربوں تک محدود ہے بلکہ آپ نے اپنی زندگی میں ہی کئی علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے وفود بھیجے۔ آج کے دور میں عیسائیوں کے پوپ نے اپنے آپ کو Vetican City تک محدود کر دیا ہے اور یہودیوں نے بھی اسرائیل کو اپنا ایک مخصوص علاقہ بنایا ہوا ہے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ تو رحمۃ للعالمین تھے اور اس میں کہیں کوئی علاقائی تخصیص نہیں کی۔

عورتوں کے حقوق کا تحفظ

نبی کریم ﷺ نے اس عظیم الشان عالمگیر خطبہ میں خواتین کے حقوق کا ذکر کیا اور ان کو معاشرے میں مکمل تحفظ فراہم کیا اور خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمہ کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے

تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔ارشادفرمایا:

"ایها الناس !فان لکم علی نسائکم حقا ولهن علیکم حقا...... فاتقوا الله فی نسائکم"،(۲۹)

(اے لوگو! بے شک تمھارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اوراسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں (ان کی پوری طرح حفاظت کرو) عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اورعورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہو۔)

افلاس زدہ انسانیت کے حقوق کا تحفظ

اسلام کی عالمگیریت اس میں تھی کہ ایسا غیر استیصالی انسانی معاشرہ قائم کیا جائے جس میں مفلس اورغریب لوگوں کومکمل آزادی اورتحفظ حاصل ہو۔اس عالمگیر خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"ارقائکم ارقائکم، اطعموهم مماتاکلون واکسوهم مماتلبسون"،(۳۰)

(لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا، زیردستوں کا خیال رکھنا انہیں وہی کچھ کھلاؤ جوتم خودکھاتے ہواورایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔)

ان انقلابی الفاظ نے غلامی کے خاتمے کا اعلان کردیا۔اورانسانی طبقات میں غیرفطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کردیا۔

غرض یہ کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عالم گیر خطبہ کے ذریعہ انسانیت کوایک ایسا عالمی نظام عطافرمایا جورہتی دنیا تک کے لیے قابلِ تقلید مثال ہے۔یہ الگ بات ہے کہ آج عالمِ اسلام کواس کی قدرو قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔یہ عالم گیر خطبہ آج بھی دنیا کوایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پرعمل پیرا ہوکر پوری کائنات امن وآشتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔نبی کریم ﷺ نے یہ وحدت نسل انسانی کا جوتصور دیا وہ آج بھی روزاوّل کی طرح قابل عمل ہے۔گلوبلائزیشن کے جدید تصور سے تو صرف یہود ونصاریٰ کے مذموم مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے، یہ تصور آنحضور ﷺ کے عطا کردہ تصور وحدت انسانی سے کوسوں دور ہے۔

وحدت نسل انسانی اور میثاق مدینہ

آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تھے تو یہاں مختلف قبائل کے درمیان شدید چپقلش تھی جس کے باعث امن وامان کی صورتِ حال خراب رہتی تھی۔اوس وخزرج اور دیگر یہودی قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ہرقبیلہ اپنے معاملات خود طے کرتا تھا اورکوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔ڈاکٹر حمیداللہ نے اس حالت کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ تشریف لائے،اوراس وقت کی ضروریات کا ذکر درج ذیل نکات میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ اپنے اورمقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا تعین۔

۲۔ مہاجرین مکہ کے بودو باش کا انتظام۔

۳۔ شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔

۴۔ شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مداخلت کا اہتمام۔

۵۔ قریش مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی و مالی نقصان کا بدلہ[۳۱]

انہی اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی، جسے میثاقِ مدینہ کے نام سے یاد کیا گیا اور جسے باہمی گفت وشنید کے بعد لکھا گیا۔ ریاست کو مستحکم کرنے کے لیے اور خارجی خطرات سے مدینہ کی ریاست کو محفوظ رکھنے کے لیے آنحضور ﷺ نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے پہل مدینہ کو لاحق اندرونی خطرات سے نمٹا جائے۔ اس کے لیے یہ امر لازمی تھا کہ یہاں کے باسیوں سے معاہدہ کرلیا جائے۔ اس دستاویز کی مختلف دفعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کی شخصیت کو ہی آخری حیثیت دی گئی۔

عصرِ حاضر میں سیرت النبی ﷺ کی عالمگیریت

آج انسانیت عالمی سطح پر کئی پیچیدہ مسائل میں گھری ہوئی ہے۔ اقوام متحدہ سے لے کر ہر ملک کی غیر سرکاری سماجی تنظیمات ان انسانی مسائل کے حل کے لیے پریشان ہیں اور اپنی پریشانی کے سدّباب کے لیے اربوں ڈالر خرچ کر ڈالے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کا کوئی پائیدار حل سامنے نہیں آیا۔ سیرت النبی ﷺ میں اُسوۂ حسنہ کی صورت میں ان کا حل چودہ سو سال قبل ہی دے دیا گیا تھا۔ اب ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عصری مسائل کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

آفاقی اقدار کا قیام

آج کے دور میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بین الاقوامی تعلقات اور سیاسی روابط کی بنیاد پر ایسی اقدار قائم کر دی گئی ہیں جو ایک گروہ، ایک قبیلے کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ اسلام اور سیرت النبی اپنے مزاج کے لحاظ سے محدود اور مقامی مفادات کا تحفظ کرنے والی اقدار کی بجائے آفاقی اور انسانی اقدار کا امین نظام حیات ہے۔

عصرِ حاضر میں سیاسی منظر نامہ اس امر کا متقاضی ہے کہ بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد ایسی اقدار پر رکھی جائے جو بقائے باہمی کی ضامن ہوں۔ اس تقاضے کو ایک مغربی مفکر ان الفاظ میں لکھتا ہے:

''دنیا میں امن کے فروغ اور تمام ثقافتوں میں انسانی حقوق کے فروغ کے لیے ان مشکل سوالات کو مکالماتی طور پر زیر بحث لانے کی ضرورت ہے یعنی وسیع طور پر باہمی افہام وتفہیم، باہمی شہادتوں اور تنقیدی سوالات کے ذریعے ایک ایسے مکالمے کے ذریعے فرد کی تصحیح ممکن ہوسکتی ہے۔''[۳۲] ان آفاقی اقدار

کی احتیاج کو صرف نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات پر مبنی نظام پورا کرسکتا ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت حقوقِ انسانی کا ہمہ گیر چارٹر خطبہ حجۃ الوداع ہے۔

تصادم کی بجائے مکالمے کی ضرورت

جدید سیاسی مفکرین نے بین الاقوامی تعلقات اور بین الملل روابط ثقافت کو مکالمے کے ذریعے حل کرنے کے لیے ایک تجویز کے طور پر پیش کیا ہے لیکن اس کا بہترین حل قرآنِ مجید دوٹوک اور واضح الفاظ میں پیش کرتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں:

''قُلْ یَا أَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَی کَلَمَۃٍ سَوَاء بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ ''(۳۳)

(کہہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایک کلمے کی طرف جو آپ میں اور ہم میں برابر ہے۔)

اسلام بطور نظامِ حیات

انسانیت کے لیے دستورِ حیات ہونے کے ناطے جس اعتماد کو ہونا چاہیے تھا آج نہ صرف وہ اعتماد اہلِ اسلام کے ہاں مفقود ہے بلکہ دوسری تہذیبیں بھی اس اعتماد سے عاری نظر آتی ہیں۔ سمتھ اپنی کتاب ''Globalization'' میں لکھتا ہے:

"However ,no civilisation is Completely distinct from the influence of others and in particuler, all have been affected by the model Culture and modernity pioneered in the west."(34)

(تاہم کوئی تہذیب بھی مکمل طور پر الگ تھلگ اور دوسروں کے اثرات سے آزاد نہیں بلکہ سب اس مثالی کلچر اور جدیدیت سے متاثر ہیں جس کا آغاز مغرب نے کیا)

بایں وجہ مغربی مفکرین نے اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنی تہذیب کی برتری کو ظاہر کرتے ہوئے اسلام کی تحقیر کی جائے۔ فوکویاما ''Fukuyama'' اسلام کے تہذیبی کردار کی آفاقیت کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اسلام ایک منظم اور مربوط نظریہ حیات ہے جس کا اپنا ضابطہ اخلاق اور سیاسی اور سماجی انصاف کا نظام ہے۔ اسلام کی مقبولیت آفاقی تھی جو عام انسانوں تک پہنچی اور اس میں کوئی شک نہیں۔ اسلام نے مسلم دنیا کے کئی حصوں میں آزاد خیال جمہوریت کو شکست دی اور اس سے یہ ان ممالک میں بھی آزاد خیال روش کے لیے خطرہ ثابت ہوا جہاں یہ براہِ راست سیاسی قوت نہیں حاصل کرسکا۔ ایسے لگتا ہے کہ اسلام کی فتوحات کا زمانہ گزر چکا ہے۔ یہ کچھ غلط فہمیوں کا شکار افراد کا دل تو جیت سکتا ہے لیکن اس میں برلن، ٹوکیو اور ماسکو کے نوجوانوں کے لیے کوئی صدائے بازگشت موجود نہیں۔ دنیا میں ایک بلین یعنی دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ثقافتی طور اسلامی ہوتے ہوئے بھی مسلمان لبرل

جمہوریت کو اپنے علاقے میں بھی نظریات کی بنیاد پر چیلنج نہیں کر سکتے۔ بلاشبہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا لبرل تصورات کو شکست دینے کی بجائے ان کے سامنے عاجز اور ناتواں ثابت ہوتی چلی جائے گی۔"(۳۵)

اسلام کو درپیش اس چیلنج کے پیش نظر اس امر کی ضرورت ہے کہ آج عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے دلائل و براہین کے ساتھ اسلام کو بطور نظامِ حیات دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی سیرت کے بارے میں پیدا کی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا جائے۔

معاشی عدل واحسان

آپ ﷺ نے معاشی عدل و احسان کے تصور کو انسانی زندگی میں معاشی جبر و استحصال کے مسئلے کا مؤثر ترین حل بنایا ہے۔ عصرِ حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم انسانیت اسے بین الاقوامی اور ریاستی سطح پر بنیادی نظام کے طور پر نافذ کرے۔ حضور ﷺ نے قرآن وسنت کے ذریعے بنی نوع انسان کو کہیں تو "وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ"(۳۶) کا درس دیا تو کہیں "كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ"(۳۷) چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کی اصل تعلیمات کو رائج کیا جائے۔

اسلام نے اصل رزق اور بنیادی ضروریات زندگی سب کی برابری کے تصور کے ذریعے بے گھر ہونے اور بعض لوگوں کے دیگر حاجات اصلیہ سے محروم ہونے کے مسئلے کو بھی حل کیا ہے۔

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ"(۳۸)

(اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن وتصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے۔)

"وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ"(۳۹)

(یہ سب کچھ اس نے، چار دنوں 'یعنی چار ارتقائی زمانوں' میں مکمل کیا، 'یہ سارا رزق اصلاً' تمام طلب گاروں 'اور حاجت مندوں' کے لیے برابر ہے۔)

حقوقِ نسواں کا تحفظ

اسلام نے معاشرے میں عورت کی عزت اور اس کے سماجی، معاشی، قانونی، عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین وتحفظ کر کے حیثیت نسواں کے مسئلہ کا ایک متوازن حل دیا ہے۔ حضور ﷺ نے قرآن وسنت کے ذریعے بنی نوع انسان کو یہ ہدایت فرمائی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً"(۴۰)

(اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء ایک جان سے کی پھر

اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں' کی تخلیق' کو پھیلا دیا۔)

آج ہماری یہ نام نہاد مہذب دنیا جس امن کے لیے بے قراری سے کوشاں اور صبح و شام جس کے لیے ترس رہی ہے اور اس مہذب دنیا نے پوری بنی نوع انسان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کے لیے دو مقاصد پیش نظر رکھے ہوئے ہیں۔

۱۔ دنیا بالخصوص عالم اسلام کو پنجۂ یہود میں جکڑنا جو کسی بھی قیمت پر مسلمانوں سے خوش نہیں رہ سکتے۔
پہلے مقصد کی تعبیر قرآن مجید ان الفاظ میں کرتا ہے:
"وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ"(۴۱)
(یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔)

۲۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی تمام تر معیشت پر قبضہ کر لیا جائے۔

ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے دنیا میں ہر طرف روایتی اسلحہ کے انبار لگا دیے گئے ہیں اور مختلف گوشوں میں طرح طرح کے بموں کے شعلے بھڑکا دیئے ہیں، جرائم اور فسادات کے شعلے آسمان کو چھو رہے ہیں بے کس اور کمزور اقوام کے لیے زندگی عذاب اور دنیا تنگ ہو چکی ہے۔ آج انسان انسان کا جانی دشمن بن چکا ہے۔

آج کے انسان کو سیرت و تعلیمات نبوی ﷺ کے پیغام حیات آفریں کی ہی ضرورت ہے اور عملی کردار کی بھی، بالکل ایسے ہی جیسے ساتویں صدی عیسوی کے انسان کو محمد ﷺ کے پیغام حق اور روشن عملی مثال کی ضرورت تھی اور اس ضرورت کو آپ کے فیض علم و عمل کی تربیت یافتہ جماعت صحابہؓ نے عملی جامہ پہنایا تھا۔

❑❑❑

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب (۳۳) ۲۱ ۲۔ الروم (۳۰) ۴۱
۳۔ آل عمران (۳) ۱۸ ۴۔ آل عمران (۳) ۱۰۹
۵۔ آل عمران (۳) ۸۵ ۶۔ آل عمران (۳) ۱۵۴
۷۔ الانعام (۶) ۷۱
۸۔ ابوداؤد، السنن، دارالسلام، الریاض ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر ۵۱۱۶، ص ۷۶۰
۹۔ النساء (۴) ۱ ۱۰۔ الحجرات (۴۹) ۱۳

۱۱۔ الانفطار(۸۲)۵ ۔ ۱۲۔ البقرہ(۲)۲۱
۱۳۔ الذاریات(۵۱)۵۶ ۔ ۱۴۔ البقرہ(۲)۲۸
۱۵۔ الجاثیہ(۴۵)۲۶ ۔ ۱۶۔ یونس(۱۰)۲۳
۱۷۔ الواقعہ(۵۶)۴۹-۵۰ ۔ ۱۸۔ البقرہ(۲)۲۱۲
۱۹۔ الانبیاء(۲۱)۹۲
۲۰۔ سعید ملک، اسلام مسلمان اور دور حاضر (دارالتذکیر، لاہور) ص ۴۲۳
۲۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، دارالسلام، الریاض ۱۹۹۸ء، حدیث نمبر ۶۴۴۰، ص ۴۷۷
۲۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، احیاء التراث العربی، بیروت، ۴/ ۲۵۰
۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۶۴۴۰، ص ۴۷۷
۲۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۶۴۴۰، ص ۴۷۷
۲۵۔ ابوداؤد، السنن، حدیث نمبر ۵۱۱۶، ص ۷۲۰
۲۶۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، الفیصل ناشران و تاجران لاہور، ۱/ ۳۰۹
۲۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مؤسسۃ المعارف بیروت ۱۹۸۵ء، ۳/ ۲۶۶
۲۸۔ سلمان منصور پوری، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد، ۱/ ۲۷۰
۲۹۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، شرکہ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۷ء، ۲/ ۲۰۶
۳۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (دار صادر بیروت) ۲/ ۱۸۵
۳۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسولؐ اکرم کی سیاسی زندگی (دارالاشاعت کراچی) ص ۸۵-۹۳
32. John Baylis and stevie Smith, The globalisation of world politics, 2001, P. 458.
۳۳۔ آل عمران (۳)۶۴
34. The globalisation of world politics,2001, P.458.
35. Ibid. p. 461.
۳۶۔ البقرہ(۲)۲۱۹ ۔ ۳۷۔ الحشر(۵۹)۷
۳۸۔ الاعراف(۷)۱۰ ۔ ۳۹۔ حم السجدۃ(۴۱)۱۰
۴۰۔ النساء(۴)۱ ۔ ۴۱۔ البقرہ(۲)۱۲۰